حافظ ابو یحییٰ نورپوری حفظہ اللہ
پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

دینی اُمور پر اُجرت

بہترین کمائی یا ''دین فروشی'' ①

حافظ ابو یحییٰ نورپوری

حلت وحرمت کا اختیار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔وحی الٰہی کے ذریعے ہی کسی چیز کے حلال وحرام ہونے کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینا کوئی معمولی سی بات نہیں کہ ہرکس و ناکس اس میں طبع آزمائی کرتا پھرے۔لیکن افسوس ہے کہ یہ معاملہ جس قدر حساس ہے،اُتنا ہی جاہل اور غیرسنجیدہ لوگوں کے ہتھے چڑھتا رہتا ہے۔

موجودہ دَور میں ایک خاص فکر کے حاملین دینی اُمور پر اُجرت کے مسئلے کو بڑھا چڑھا کر پیش کررہے ہیں۔اُن جاہلوں کے نزدیک خواہ دَم پر اُجرت لی جائے،خواہ قرآنی و دینی تعلیم پر وظیفہ و معاوضہ قبول کیا جائے،سب ناجائز وحرام ہے۔

حالاں کہ قرآنِ کریم اور دینی اُمور پراُجرت دو طرح سے ہوسکتی ہے:

① دَم کی اُجرت۔اس کے جواز پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے دینی اُمور پر اُجرت کو جائز قرار نہیں دیا،انہوں نے بھی دَم کی اُجرت کو جائز ہی قرار دیا۔کوئی جاہل اور معاند شخص ہی مسلمانوں کے اجماعی نظریے سے اختلاف کرسکتا ہے۔

② قرآنِ کریم کی تعلیم اور دیگر دینی اُمور پر اُجرت۔اسے اُمت میں سے صرف متقدمین احناف نے ناجائز قرار دیا،لیکن اُن کے گھر ہی سے اس فتوے کو ردّ کر دیا گیا۔خود بعد والے احناف نے اس شاذ فتوے کو(قیاس کے ذریعے)ردّ کرتے ہوئے دینی اُمور پر اُجرت کو جائز قرار دیا۔ یاد رہے کہ امام ابو حنیفہ سے دینی اُمور پر اُجرت کا ناجائز ہونا ثابت نہیں ہے۔محض بعض احناف کا اس کی نسبت امام صاحب کی طرف کر دینا،اس کے ثبوت کی دلیل

نہیں ہے۔

یوں مسلمانوں کے نزدیک شرعی دلائل کی روشنی میں قرآنِ مجید کی تعلیم اور دینی اُمور پر اُجرت شرعاً جائز ہے۔اس میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اگر کوئی شخص دینی تعلیم بغیر معاوضہ طے کیے فراہم کرے اور لوگ اپنی خوشی سے تحفةً اس کی خدمت کریں،تو وہ اُجرت نہیں۔رسولِ اکرم ﷺ بھی مُعلّمِ کائنات تھے۔آپ ﷺ کو بھی تحفے پیش کیے جاتے تھے اور آپ ﷺ انہیں قبول فرمایا کرتے تھے۔اسی لیے امتِ مسلمہ نے اجماعی طور پر ان تحائف کے جائز ہونے کا فیصلہ دیا ہے۔موجودہ دَور میں بھی اہل علم کی مالی خدمت اکثر اسی زمرے میں آتی ہے۔

جیسا کہ ہم نے عرض کیا ہے کہ اس مسئلے کی تفصیلات سے جہالت اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے بعض لوگ اہل علم کے ساتھ کسی بھی قسم کے مالی تعاون کو مطلقاً ناجائز وحرام قرار دیتے ہیں، نیز اس کے جواز کے قائلین کو دین فروش،دوکان دار، وغیرہ کے بدالقاب سے ''نوازتے'' ہیں، حالاں کہ ان کے فتووں کی زد میں سب سے پہلے پیغمبر اسلام ﷺ،پھر اسلافِ اُمت اور ہر دَور کے مسلمان آتے ہیں،جنہوں نے دَم کی اُجرت کو بھی جائز قرار دیا،دینی تعلیم کی اُجرت کے بھی جواز کا فتویٰ دیا اور دینی تعلیم وتربیت کی وجہ سے ملنے والے تحائف کو بھی قبول کیا۔

آیئے دینی اُمور پر اُجرت کے جواز پر وارد دلائل کو تفصیلی طور پر ملاحظہ فرمایئے:

(ا) موذي جانور کے ڈسنے پر دَم :

❀ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ نَفَرًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرُّوا بِمَاءٍ، فِيهِمْ لَدِيغٌ أَوْ سَلِيمٌ، فَعَرَضَ لَهُمْ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْمَاءِ، فَقَالَ : هَلْ فِيكُمْ

مِنْ رَّاقٍ، إِنَّ فِي الْمَاءِ رَجُلًا لَّدِيغًا أَوْ سَلِيمًا، فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ، فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلٰى شَاءٍ، فَبَرَأَ، فَجَاءَ بِالشَّاءِ إِلٰى أَصْحَابِهٖ، فَكَرِهُوا ذٰلِكَ، وَقَالُوا : أَخَذْتَ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ أَجْرًا، حَتّٰى قَدِمُوا الْمَدِينَةَ، فَقَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَخَذَ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ أَجْرًا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا؛ كِتَابُ اللّٰهِ.»

''اصحابِ رسول کا گروہ ایک چشمے پر پڑاؤ ڈالے ہوئے لوگوں کے پاس سے گزرا۔ان میں سے کسی شخص کو موذی جانور نے ڈس لیا تھا۔ان کا ایک آدمی صحابہ کرام کے پاس آیا اور پوچھا : کیا تم میں کوئی دَم کرنے والا ہے؟ چشمے کے پاس پڑاؤ کرنے والوں میں ایک شخص کو کسی موذی جانور نے کاٹ لیا ہے۔ایک صحابی گئے اور بکریوں کے عوض سورۂ فاتحہ پڑھ کر دَم کیا تو وہ شفایاب ہو گیا۔وہ بکریاں لے کر دوسرے صحابہ کے پاس آئے تو انہوں نے اس کام کو ناپسند کیا اور (اعتراض کرتے ہوئے) کہا : آپ نے قرآنِ کریم پر اُجرت لی ہے!حتی کہ جب وہ مدینہ منورہ واپس آئے تو رسولِ اکرم ﷺ سے عرض کیا :اللہ کے رسول!اس شخص نے کتاب اللہ پر اُجرت لی ہے۔اس پر رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا : جن چیزوں پر تمہارا اُجرت لینا جائز ہے، ان میں سب سے اولیٰ کتاب اللہ ہے۔''

(صحيح البخاري، كتاب الطبّ، باب الشرط في الرقية بقطيع من الغنم، رقم الحديث : 5737)

❀ اسی واقعے کو سیدنا ابوسعید،خدری رضی اللہ عنہ یوں بیان فرماتے ہیں :

إِنَّ نَاسًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَوْا عَلٰى حَيٍّ

مِّنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ، فَلَمْ يَقْرُوهُمْ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ، إِذْ لُدِغَ سَيِّدُ أُولٰئِكَ، فَقَالُوا : هَلْ مَعَكُمْ مِّنْ دَوَاءٍ أَوْ رَاقٍ؟ فَقَالُوا : إِنَّكُمْ لَمْ تَقْرُونَا، وَلَا نَفْعَلُ حَتّٰى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلًا، فَجَعَلُوا لَهُمْ قَطِيعًا مِّنَ الشَّاءِ، فَجَعَلَ يَقْرَأُ بِأُمِّ الْقُرْآنِ، وَيَجْمَعُ بُزَاقَهُ وَيَتْفِلُ، فَبَرَأَ، فَأَتَوْا بِالشَّاءِ، فَقَالُوا : لَا نَأْخُذُهُ حَتّٰى نَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلُوهُ، فَضَحِكَ وَقَالَ : «وَمَا أَدْرَاكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ، خُذُوهَا وَاضْرِبُوا لِي بِسَهْمٍ.»

''صحابہ کرام کی جماعت عربوں کے ایک قبیلے کے پاس آئی تو انہوں نے مہمان نوازی نہ کی۔اسی اثنا میں ان کے سردار کوموذی جانور نے ڈس لیا۔وہ کہنے لگے: کیا تمہارے پاس کوئی دوا یا دم کرنے والا کوئی شخص ہے؟صحابہ کرام نے کہا: تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی،ہم بھی اس وقت تک دم نہیں کریں گے،جب تک تم ہماری اُجرت مقرر نہیں کرتے۔قبیلے والوں نے بکریوں کا ایک ریوڑ مقرر کر دیا۔ایک صحابی سورۂ فاتحہ کی قراءت کرنے لگے اور اپنی تھوک جمع کر کے اسے پھونکنے لگے۔یوں وہ شخص شفایاب ہو گیا اور صحابہ کرام بکریاں لے آئے۔کچھ صحابہ کرام نے کہا کہ ہم اس وقت تک یہ بکریاں نہیں لیں گے،جب تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہ لیں۔انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ ہنس دیے اور (دم کرنے والے صحابی سے)فرمایا: آپ کو کیسے معلوم تھا کہ سورۂ فاتحہ دم ہے؟ بکریاں لے لو اور اُن سے میرا حصہ بھی نکالو۔''

(صحيح البخاري، كتاب الطبّ، باب الرقي بفاتحة الكتاب، رقم الحديث : 5736؛ صحيح

فہرست

مسلم، كتاب السلام، باب أخذ الأجرة على الرقية بالقرآن والأذكار، رقم الحديث:2201)

فقہائے اُمت اور مذکورہ حدیث :

① فقیہ الامت، امام بخاری رحمہ اللہ (194-256ھ) نے اس حدیث کو کتاب الإجارۃ (اُجرت کے بیان) اور کتاب الطبّ (علاج کے بیان) میں ذکر کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآنِ کریم اور دینی اُمور پر اُجرت لینا جائز ہے۔

❀ شارحِ صحیح بخاری، علامہ، ابو الحسن علی بن خلف، ابن بطال رحمہ اللہ (م:449ھ) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :

وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْأُجْرَةِ عَلَى الرُّقٰى وَعَلٰى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ، لِأَنَّ ذٰلِكَ كُلَّهٗ مَنْفَعَةٌ، وَقَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ : «إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا؛ كِتَابُ اللّٰهِ» هُوَ عَامٌّ، يَدْخُلُ فِيهِ إِبَاحَةُ التَّعْلِيمِ وَغَيْرُهٗ.

''دَم کے معاوضے اور قرآنِ کریم کی تعلیم پر اُجرت میں کوئی فرق نہیں، کیوں کہ دونوں معاملات منفعت پر مبنی ہیں، نیز نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ اُجرت لینے کے حوالے سے سب سے بہترین چیز کتاب اللہ ہے، یہ فرمان عام ہے اور اس میں تعلیم وغیرہ پر اُجرت کا جواز بھی شامل ہے۔''

(شرح صحيح البخاري : 406/6، مكتبة الرشد، الرياض، 2003ء)

❀ مشہور حنفی، علامہ، ابو محمد، محمود بن احمد، عینی (762-855ھ) صحیح بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں :

مُطَابَقَتُهٗ لِلتَّرْجَمَةِ مِنْ حَيْثُ إِنَّ فِيهِ جَوَازَ أَخْذِ الْأُجْرَةِ لِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ، وَلِلتَّعْلِيمِ أَيْضًا، وَلِلرُّقْيَا بِهٖ أَيْضًا لِعُمُومِ اللَّفْظِ.

''اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح سے ہے کہ اس میں قرآنِ کریم پڑھ کر،اس کی تعلیم دے کر اور اس کا دَم کر کے اُجرت لینے کا جواز ہے،کیوں کہ حدیث کے الفاظ میں عموم ہے۔''

(عمدة القاري شرح صحیح البخاري : 95/12، دار إحیاء التراث العربي، بیروت)

❀ علامہ،محمد بن اسماعیل،امیر صنعانی رحمہ اللہ (1182-1099ھ) لکھتے ہیں :

وَذِكْرُ الْبُخَارِيِّ لِهٰذِهِ الْقِصَّةِ فِي هٰذَا الْبَابِ، وَإِنْ لَّمْ تَكُنْ مِّنَ الْأُجْرَةِ عَلَى التَّعْلِيمِ، وَإِنَّمَا فِيهَا دَلَالَةٌ عَلٰى جَوَازِ أَخْذِ الْعِوَضِ فِي مُقَابَلَةِ قِرَائَةِ الْقُرْآنِ، لِتَأْيِيدِ جَوَازِ أَخْذِ الْأُجْرَةِ عَلٰى قِرَائَةِ الْقُرْآنِ تَعْلِيمًا أَوْ غَيْرَهٗ، إِذْ لَا فَرْقَ بَيْنَ قِرَاءَتِهٖ لِلتَّعْلِيمِ وَقِرَائَتِهٖ لِلطِّبِّ .

''امام بخاری رحمہ اللہ نے اس قصہ کو قرآنِ کریم پر اُجرت کے بیان میں ذکر کیا ہے۔ اگر چہ اس حدیث میں تعلیم پر اُجرت کا بیان نہیں ہوا،لیکن اس میں قرآنِ کریم پڑھنے کے بدلے معاوضہ لینے کا ذکر ضرور ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیم یا کسی دوسرے مقصد(علاج) کے لیے قرآنِ کریم کی قراءت پر اُجرت جائز قرار دینے کے لیے اس حدیث کو بیان کیا ہے،کیوں کہ تعلیم یا علاج کے لیے قرآنِ کریم پڑھنے میں کوئی فرق نہیں۔''(سبل السلام في شرح بلوغ المرام : 117/2، دار الحدیث)

② اہل سنت کے سرتاج،امام شافعی رحمہ اللہ (150-204ھ) سے نقل کرتے ہوئے امام ترمذی رحمہ اللہ (209-279ھ) لکھتے ہیں :

وَرَخَّصَ الشَّافِعِيُّ لِلْمُعَلِّمِ أَنْ يَّأْخُذَ عَلٰى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ أَجْرًا، وَيَرٰى لَهٗ أَنْ يَّشْتَرِطَ عَلٰى ذٰلِكَ، وَاحْتَجَّ بِهٰذَا الْحَدِيثِ .

”امام شافعی رحمہ اللہ نے مُعلّم کے لیے رخصت دی ہے کہ وہ قرآنِ کریم کی تعلیم کے عوض اجرت لے سکتا ہے۔وہ اس کے لیے (پیشگی) طے کرنا بھی جائز سمجھتے ہیں۔ امام صاحب نے اسی حدیث سے استدلال فرمایا ہے۔“

(سنن الترمذي، تحت الحديث : 2063)

③ فقیہ و محدث،حافظ،ابوسلیمان،حمد بن محمد،خطابی رحمہ اللہ (319-388ھ) لکھتے ہیں:

وَفِي هٰذَا بَيَانُ جَوَازِ أَخْذِ الْأُجْرَةِ عَلٰى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ، وَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ حَرَامًا لَّأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَدِّ الْقَطِيعِ، فَلَمَّا صَوَّبَ فِعْلَهُمْ، وَقَالَ لَهُمْ : أَحْسَنْتُمْ، وَرَضِيَ الْأُجْرَةَ الَّتِي أَخَذُوهَا لِنَفْسِهٖ، فَقَالَ : اضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ بِسَهْمٍ ثَبَتَ أَنَّهٗ طِلْقٌ مُبَاحٌ.

”اس حدیث میں قرآنِ کریم کی تعلیم پر اُجرت لینے کا جواز بیان ہوا ہے۔اگر یہ حرام ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو یہ بکریاں واپس کرنے کا حکم فرماتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس فعل کو درست قرار دیا اور فرمایا کہ تم نے اچھا کیا ہے،نیز اس اُجرت کو بھی پسند فرمایا جو انہوں نے لی تھی،مزید یہ بھی فرمایا کہ اپنے ساتھ میرا حصہ بھی نکالو،تو ان سب باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ دینی اُمور پر اُجرت بہرصورت جائز ہے۔“(معالم السنن : 101/3، المطبعة العلميّة، حلب، 1932ء)

④ امام ابن حبان رحمہ اللہ (م:354ھ) نے اس حدیث پر یوں باب قائم کیا ہے:

ذِكْرُ الْإِخْبَارِ عَنْ إِبَاحَةِ الْمَرْءِ الْأُجْرَةَ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ جَلَّ وَعَلَا .

”کتاب اللہ پر اُجرت لینے کے جواز پر دلالت کرنے والی حدیث کا بیان۔“

(صحيح ابن حبّان : 546/11، قبل الحديث : 5146، مؤسّسة الرسالة، بيروت، 1993ء)

⑤ حافظ علی بن احمد بن سعید، ابن حزم رحمہ اللہ (384-456ھ) فرماتے ہیں :

وَالْإِجَارَةُ جَائِزَةٌ عَلٰى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ، وَعَلٰى تَعْلِيمِ الْعِلْمِ، مُشَاهَرَةً وَّجُمْلَةً، وَكُلُّ ذٰلِكَ جَائِزٌ، وَعَلَى الرَّقْيِ، وَعَلٰى نَسْخِ الْمَصَاحِفِ، وَنَسْخِ كُتُبِ الْعِلْمِ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَأْتِ فِي النَّهْيِ عَنْ ذٰلِكَ نَصٌّ، بَلْ قَدْ جَائَتِ الْإِبَاحَةُ، كَمَا رُوِّينَا مِنْ طَرِيقِ الْبُخَارِيِّ .

''قرآنِ کریم اور حدیث کی تعلیم پر ماہانہ یا یک مشت اُجرت لینا سب جائز ہے۔ نیز دَم کرنے، مصاحف (قرآنِ کریم) لکھنے اور کتبِ احادیث کی کتابت کرنے کی اُجرت بھی جائز ہے، کیوں کہ اس سے ممانعت کی کوئی دلیل (وحی الٰہی میں) وارد نہیں ہوئی۔ اس کے برعکس اس کا جواز ثابت ہے، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی سند سے ہمیں بیان کیا گیا ہے۔'' (المحلّٰى بالآثار : 18/7، دار الفكر، بيروت)

⑥ امام بیہقی رحمہ اللہ (384-458ھ) کی باب بندی کے الفاظ یہ ہیں :

بَابُ أَخْذِ الْأَجْرِ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى .

''کتاب اللہ پر اُجرت لینے کا بیان۔''

(السنن الكبرٰى : 397/7، دار الكتب العلميّة، بيروت، 2003ء)

✿ نیز ایک مقام پر یوں رقم طراز ہیں :

بَابُ أَخْذِ الْأُجْرَةِ عَلٰى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ وَالرُّقْيَةِ بِهٖ .

''قرآنِ کریم کی تعلیم اور دَم پر اُجرت لینے کا بیان۔'' (أيضًا : 205/6)

⑦ حافظ، ابو محمد، حسین بن مسعود، بغوی رحمہ اللہ (م : 516ھ) فرماتے ہیں :

فِي الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ أَخْذِ الْأُجْرَةِ عَلٰى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ،

وَجوَازِ شَرْطِهٖ، وَإِلَيْهِ ذَهَبَ عَطَاءٌ، وَالْحَكَمِ، وَبِهٖ قَالَ مَالِكٌ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَبُو ثَوْرٍ، قَالَ الْحَكَمُ: مَا سَمِعْتُ فَقِيهًا يَّكْرَهُهٗ، وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ الرُّقْيَةِ بِالْقُرْآنِ، وَبِذِكْرِ اللّٰه، وَأَخْذِ الْأُجْرَةِ عَلَيْهِ.

''اس حدیث میں دلیل ہے کہ قرآنِ کریم کی تعلیم پر اُجرت لینا اور اسے طے کرنا جائز ہے۔امام عطاء بن ابو رباح اور امام حَکَم بن عُتَیبہ کا یہی مذہب ہے۔امام مالک،امام شافعی اور ابوثور رحمہم اللہ یہی فرماتے ہیں۔امام حکم تو فرماتے ہیں: میں نے کسی بھی فقیہ کو دینی اُمور پر اُجرت کومکروہ کہتے نہیں سنا۔اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ قرآنِ کریم اور ذکرِ الٰہی کے ساتھ دَم کیا جا سکتا ہے اور اس پر اُجرت لینا بھی جائز ہے۔''(شرح السنّة: 268/8، المكتب الإسلامي، بيروت، 1983ء)

⑧ شارحِ صحیح مسلم،حافظ،ابو زکریا،یحییٰ بن شرف،نووی رحمہ اللہ (631-676ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خُذُوا مِنْهُمْ، وَاضْرِبُوا لِي بِسَهْمٍ مَّعَكُمْ» هٰذَا تَصْرِيحٌ بِجَوَازِ أَخْذِ الْأُجْرَةِ عَلَى الرُّقْيَةِ بِالْفَاتِحَةِ وَالذِّكْرِ، وَأَنَّهَا حَلَالٌ، لَا كَرَاهَةَ فِيهَا، وَكَذَا الْأُجْرَةُ عَلٰى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ، وَهٰذَا مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ، وَمَالِكٍ، وَّأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ، وَأَبِي ثَوْرٍ، وَآخَرِينَ مِنَ السَّلَفِ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ، وَمَنَعَهَا أَبُو حَنِيفَةَ فِي تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ، وَأَجَازَهَا فِي الرُّقْيَةِ.

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ اُن سے بکریاں لے لو اور اپنے ساتھ میرا بھی حصہ نکالو،اس بات میں صریح ہے کہ سورۂ فاتحہ اور ذکرِ الٰہی کے ذریعے دَم کرنے کی

اُجرت لینا جائز وحلال ہے،اس میں کوئی کراہت نہیں۔یہی حکم قرآنِ کریم کی تعلیم کا بھی ہے۔امام شافعی،امام مالک،امام احمد،امام اسحاق (بن راہویہ)،امام ابوثور، دیگر اسلاف اور بعد میں آنے والے اہل علم کا یہی مذہب تھا۔ہاں،امام ابوحنیفہ نے قرآنِ کریم کی تعلیم پر اُجرت سے منع کیا ہے،البتہ دَم پر اُجرت کی انہوں نے بھی اجازت دی ہے۔“

(المنهاج شرح مسلم بن الحجّاج : 188/14، دار إحياء التراث العربي، بيروت، 1392هـ)

⑨ مشہور مفسر،علامہ،ابوعبداللہ،محمد بن احمد،قرطبی رحمہ اللہ (671-600ھ) لکھتے ہیں :

وَأَجَازَ أَخذَ الْأُجْرَةِ عَلٰى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ مَالِكٌ وَّالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَأَبُو ثَوْرٍ وَّأَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ، لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ ـ حَدِيثِ الرُّقْيَةِ ـ : «إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ»، أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ، وَهُوَ نَصٌّ يَّرْفَعُ الْخِلَافَ، فَيَنْبَغِي أَنْ يُّعَوَّلَ عَلَيْهِ .

”قرآنی تعلیم پر اُجرت لینے کو امام مالک،شافعی،احمد بن حنبل،ابوثور اور اکثر علما جائز قرار دیتے ہیں،کیوں کہ صحیح بخاری میں مذکور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دَم والی حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مذکور ہے کہ سب سے بہترین اُجرت وہ ہے جو کتاب اللہ پر لی جائے۔یہ فرمانِ نبوی نص ہے،جو اختلاف کو ختم کر رہی ہے،لہٰذا اس پر اعتماد کرنا ضروری ہے۔“

(الجامع لأحكام القرآن «تفسير القرطبي» : 335/1، دار الكتب المصريّة، القاهرة، 1964ء)

کیا یہ حقِ ضیافت تھا؟

بعض لوگ اس حدیث سے صریحاً ثابت ہونے والے مسئلے کا انکار کرنے کے لیے کہتے

ہیں کہ بکریاں دَم کی اُجرت کے طور پر نہیں بل کہ حقِ ضیافت کے طور پر لی گئی تھیں، کیوں کہ انہوں نے ضیافت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

❁ پہلی بات تو یہ ہے کہ ایسا کہنا رسول اللہ ﷺ کے واضح الفاظ کے صریحاً خلاف ہے، کیوں کہ آپ ﷺ نے صریح الفاظ میں نہ صرف قرآنِ کریم کی اُجرت کہا، بل کہ اسے بہترین اُجرت بھی قرار دیا۔

کئی دفعہ تکفیری جاہلوں سے پالا پڑا اور ہم نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ اس جھگڑے کا فیصلہ کیوں نہ رسولِ اکرم ﷺ کے ارشادِ گرامی سے کروا لیا جائے؟ تم صرف ان الفاظ کا ترجمہ کر دو:

«إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ.»

لیکن بصد اصرار بھی وہ اس حدیث کا ترجمہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکے، بلکہ آئیں بائیں شائیں کرتے رہے۔ اب انہی کی ایک کتاب سے اس حدیث کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے:

''سب سے زیادہ اُجرت لینے کے لائق اللہ کی کتاب ہے۔''

(کیا دینی اُمور پر اُجرت لینا جائز ہے؟ از فداء الرحمٰن، ص: 13، چک 135، ٹی ڈی اے، تحصیل و ضلع لیہ)

یہی صاحب لکھتے ہیں:

''دین فروش علماء و مشائخ اپنے باطل ذریعۂ معاش کو حق ثابت کرنے کے لیے صحیح بخاری کی چند واقعاتی روایات کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔'' (ایضاً، ص: 11، 12)

ملاحظہ فرمائیں کہ جو لوگ امام شافعی، امام مالک، امام احمد، امام بخاری رحمہم اللہ سمیت سب اسلافِ امت کو دین فروش علما و مشائخ قرار دیں، اُن کی ایمانی حالت کیا ہو گی؟ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ مذکورہ تمام ائمہ دین صحیح بخاری کی احادیث سے دینی اُمور پر اُجرت کے جواز کا فتویٰ دیتے تھے۔

❁ دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کے کسی بھی طریق میں ایسا کوئی لفظ موجود

نہیں جس سے صحابہ کرام کا حق ضیافت کے طور پر بکریاں لینا ثابت ہوتا ہو۔اسلافِ امت میں سے بھی کسی نے کوئی ایسی بات نہیں کی۔چودہ صدیوں بعدان پڑھ قسم کے لوگ اگر محدثین کرام کی توہین کرتے ہوئے ایسے راگ الاپیں تو یہ ان کی اپنی بدبختی ہے۔

❁ تیسری بات یہ ہے کہ اسلافِ امت اور فقہائے اسلام نے اسے دَم کی اُجرت ہی قرار دیا ہے،حقِ ضیافت نہیں۔اسلافِ امت کی مخالفت کوئی علمی کارنامہ نہیں۔

❁ اصل بات یہ ہے کہ اگرچہ اُن لوگوں نے حقِ ضیافت دینے سے انکار کیا تھا، لیکن صحابہ کرام نے اُن سے حقِ ضیافت نہیں،بل کہ دَم کا معاوضہ لیا تھا۔اس کی مثال یوں سمجھیں کہ اگر کسی شخص نے آپ پر احسان کیا ہو تو آپ اس کا کام بلامعاوضہ بھی کر دیتے ہیں۔لیکن اگر کسی نے کسی مصیبت کے وقت میں باوجود قدرت کے آپ کے کام آنے سے انکار کر دیا ہو،اس کی ضرورت کے وقت آپ اپنا معاوضہ معمول سے زیادہ وصول کرتے ہیں۔

ایک حدیث سے استدلال :

بعض لوگ اس حدیث کو پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ، فَأُمِرَ لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ؛ فَاقْبَلُوا، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوا؛ فَخُذُوا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ.»

”اگر تم کسی قوم کے پاس پڑاؤ ڈالو اور تمہیں مہمان کے شایانِ شان ضیافت مل جائے تو قبول کرلو،اگر وہ ایسا نہ کریں تو اُن سے حقِ مہمان (زبردستی) لو۔“

(صحيح البخاري، كتاب المظالم والغصب، باب قصاص المظلوم، رقم الحديث :2461)

اس حدیث سے استدلال کر کے کہا جاتا ہے کہ اس حدیث کے پیش نظر مذکورہ واقعہ میں صحابہ کرام نے بکریاں وصول کیں۔لیکن ایسا کہنا سراسر غلط ہے،کیوں کہ:

① اس حدیث پر عمل کی صورت میں تو صحابہ کرام، نبی اکرم ﷺ کے فرمانِ مبارک پر عمل کرتے ہوئے اُن لوگوں سے فوراً اور زبردستی حقِ ضیافت وصول کرتے۔اس کے لیے دَم کر کے بکریاں لینے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔اگر اُن کے سردار کو موذی چیز نہ ڈستی تو کیا صحابہ کرام مذکورہ بالا فرمانِ نبوی کی (معاذ اللہ) مخالفت ہی کرتے!

② اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ صحابہ کرام نے حقِ ضیافت ہی لیا تھا،قرآنِ کریم کی اُجرت نہیں،تو پھر نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہوگا،جو آپ نے یہ واقعہ سننے کے بعد ارشاد کیا کہ قرآنِ کریم پر لی جانے والی اُجرت سب سے بہترین ہوتی ہے؟جب نبی اکرم ﷺ اسے قرآن کی اُجرت قرار دے رہے ہیں تو کسی اُمتی کا اسے حق ضیافت قرار دینا کیسے درست ہوسکتا ہے؟

③ ویسے بھی نبی اکرم ﷺ کا فرمانِ گرامی عام ہے اور یہ واقعہ خاص۔اگر بالفرض بکریاں حق ضیافت بھی تھیں،تو نبی اکرم ﷺ کا فرمان قرآنِ کریم کی اُجرت کو جائز قرار دے رہا ہے،جو کہ ہمارے لیے واضح دلیل ہے۔

❀ حافظ،ابوعبداللہ،محمد بن احمد بن عثمان،ذہبی رحمہ اللہ (673-748ھ) فرماتے ہیں:

فَأَجَابَ أَصْحَابُنَا ـــ حَقُّ الضَّيْفِ لَازِمٌ، وَلَمْ يُضَيِّفُوهُمْ، ـــ، قُلْتُ : إِنَّمَا نَأْخُذُ بِعُمُومِ قَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا بِخُصُوصِ السَّبَبِ، وَقَدْ قَالَ : «إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُم عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ .»

”ہمارے (بعض) اصحاب نے اس حدیث کا جواب یہ دیا ہے کہ ۔۔۔حقِ ضیافت فرض تھا،لیکن انہوں نے ضیافت نہ کی۔۔۔میں کہتا ہوں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے عمومی فرمان پر عمل کریں گے،نہ کہ خاص سبب پر۔نبی اکرم ﷺ نے (عمومی طور پر) فرمایا:

بلاشبہ سب سے بہترین چیز جس پر تُم اُجرت لے سکتے ہو، وہ کتاب اللہ ہے۔"

(تنقيح التحقيق في أحاديث التعليق : 132/2، دار الوطن، الرياض، 2000ء)

④ اگر عدل و انصاف کا خون اور اسلافِ امت کی تکذیب کرتے ہوئے بزورِ تاویل اس حدیث میں معاوضے کو حقِ ضیافت قرار دے بھی لیا جائے تو سیدنا علاقہ بن صحار رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا کیا ہو گا، جو چند سطور بعد پیش کی جا رہی ہے؟ انہوں نے بھی دَم کے معاوضے میں ایک سَو بکریاں لیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دَم ہی کی اُجرت قرار دیتے ہوئے خلعتِ جواز پہنائی۔ انہوں نے تو نہ حق ضیافت طلب کیا نہ لوگوں نے انہیں دینے سے انکار کیا!

یہ معاوضہ کافروں سے لیا گیا تھا!

جب تکفیریوں سے کوئی جواب نہیں بن پڑتا تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ معاوضہ تو کافروں سے لیا گیا تھا اور تمہارے اہل علم تو مسلمانوں سے دینی اُمور پر اُجرت لیتے ہیں۔

یہ جواب دیتے وقت انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ وہ خود اپنے جال میں پھنس رہے ہیں۔ ایسا کہہ کر وہ خود یہ ثابت کر رہے ہوتے ہیں کہ کافروں سے دینی اُمور پر اُجرت لینا جائز ہے، حالاں کہ جب یہ لوگ دینی اُمور پر اُجرت کی حرمت کا استدلال کرتے ہیں تو سب سے پہلے وہ آیات سناتے ہیں جن میں انبیاے کرام نے کافروں سے کہا : ہم تم سے اس تبلیغ دین پر کسی اُجرت کا سوال نہیں کرتے۔

گویا اِس حدیث کو ردّ کرنے کے لیے وہ اپنے ہی پیش کردہ قرآنی تقاضے کا انکار کر دیتے ہیں۔ اس کا کیا جواب ہے ان لوگوں کے پاس؟

دوسری بات یہ ہے کہ سیدنا علاقہ بن صحار رضی اللہ عنہ کی حدیث، جس میں دَم پر سو بکریاں لینے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسے حق و جائز قرار دینے کا ذکر ہے، اس میں دَم کرانے والے لوگ

فہرست

مسلمان ہی تھے۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے دینی تعلیم کو خیر قرار دیا تھا۔ملاحظہ فرمائیں؛

(ب) ایک مجنون کو دَم :

❀ خارجہ بن صلت رحمہ اللہ اپنے چچا،صحابیٔ رسول،علاقہ بن صحار رضی اللہ عنہ،سے بیان کرتے ہیں :

إِنَّهُ أَتٰى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ أَقْبَلَ رَاجِعًا مِّنْ عِنْدِهٖ، فَمَرَّ عَلٰى قَوْمٍ؛ عِنْدَهُمْ رَجُلٌ مَّجْنُونٌ مُّوثَقٌ بِالْحَدِيدِ، فَقَالَ أَهْلُهٗ : إِنَّا قَدْ حُدِّثْنَا أَنَّ صَاحِبَكُمْ هٰذَا قَدْ جَاءَ بِخَيْرٍ، فَهَلْ عِنْدَهٗ شَيْءٌ يُّدَاوِيهِ؟ قَالَ : فَرَقَيْتُهٗ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ [قَالَ وَكِيعٌ :] ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، كُلَّ يَوْمٍ مَّرَّتَيْنِ، فَبَرَأَ، فَأَعْطَوْنِي مِائَةَ شَاةٍ، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرْتُهٗ، فَقَالَ : «خُذْهَا، فَلَعَمْرِي مَنْ أَكَلَ بِرُقْيَةِ بَاطِلٍ، لَقَدْ أَكَلْتَ بِرُقْيَةِ حَقٍّ.»

”وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے (اور مسلمان ہو گئے)، پھر واپس لوٹے تو ایک قوم کے پاس سے گزرے۔ان کے ہاں ایک پاگل شخص تھا،جسے لوہے کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔اس کے گھر والوں نے کہا : ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارا یہ ساتھی دینی تعلیم لے کر آیا ہے۔کیا اس کے پاس کوئی ایسا دَم ہے،جس سے یہ اس کا علاج کر سکے؟وہ صحابی کہتے ہیں :میں نے اسے تین دن سورۂ فاتحہ کا دَم کیا۔روزانہ (صبح و شام)دو مرتبہ (اپنی تھوک جمع کر کے پھونک دیتا تھا)۔وہ شفایاب ہو گیا۔اس پر انہوں نے مجھے سَو بکریاں دیں۔میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ ماجرا سنایا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بکریاں لے لیجیے۔مجھے قسم ہے،جو لوگ باطل پر مبنی دَم کر کے کماتے ہیں (آپ

ان میں سے نہیں)، یقیناً آپ نے تو حق پر مبنی دَم کر کے کمایا ہے۔“

(مسند الإمام أحمد : 155/36، رقم الحديث : 21835، مؤسّسة الرسالة، بيروت، 2001ء؛ سنن أبي داوٗد، كتاب الطبّ، باب كيف الرقى؟، رقم الحديث : 3896، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (6110) نے ”صحیح“، جب کہ امام حاکم (159/1-160) اور حافظ نووی (الاذکار: 355/1) رحمہما اللہ نے اس کی سند کو ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

فقہاے امت کا فیصلہ :

① مشہور فقیہ و محدث، امام ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سجستانی رحمہ اللہ (202-275ھ) نے اس حدیث کو کتاب البیوع (خرید وفروخت کی کتاب) اور أبواب الإجارة (اُجرتوں کے بیانات) میں ذکر کر کے اس پر یوں باب قائم کیا ہے:

بَابٌ فِي كَسْبِ الْأَطِبَّاءِ .

”طبیبوں کی کمائی کا بیان۔“

② امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں باب قائم کیا ہے:

ذِكْرُ إِبَاحَةِ أَخْذِ الرَّاقِي الْأُجْرَةَ عَلٰى رُقْيَتِهٖ .

”دَم کرنے والے کے لیے اپنے دَم پر اُجرت لینے کے جواز کا بیان۔“

(صحيح ابن حبّان : 474/13، مؤسّسة الرسالة، بيروت، 1988ء)

③ حافظ، محمد بن عبد الواحد، ضیاء الدین، مقدسی رحمہ اللہ (569-643ھ) نے بھی اسے کتاب البیوع (خرید وفروخت کا بیان) ہی میں ذکر کیا ہے اور ان کا باب یہ ہے:

بَابُ أَجْرِ الرَّاقِي .

”دَم کرنے والے کی اُجرت کا بیان۔“

فہرست

(السنن والأحكام عن المصطفٰی علیه أفضل الصلاة والسلام : 470/4، دار ماجد العسيري، المملكة العربيّة السعوديّة، 2004ء)

④ مشہور حنفی، علامہ، ابو محمد، محمود بن احمد، عینی (762-855ھ) دینی اُمور پر اُجرت کے مخالف ہونے کے باوجود، اس حدیث کو ذکر کر کے لکھتے ہیں :

وَيُسْتَنْبَطُ مِنْهُ أَحْكَامٌ؛ جَوَازُ أَخْذِ الْأُجْرَةِ عَلَى الْقُرْآنِ.

''اس حدیث سے کئی مسائل کا استنباط ہوتا ہے۔ان میں سے ایک یہ ہے کہ قرآنِ کریم پر اُجرت لینا جائز ہے۔''

(نخب الأفكار في تنقيح مباني الأخبار في شرح معاني الآثار : 357/16، وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية، قطر، 2008ء)

ج) قرآنِ کریم کی تعلیم بطور حق مہر :

❀ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے :

أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ، فَقَالَتْ : إِنَّهَا قَدْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : «مَا لِي فِي النِّسَاءِ مِنْ حَاجَةٍ»، فَقَالَ رَجُلٌ : زَوِّجْنِيهَا، قَالَ : «أَعْطِهَا ثَوْبًا»، قَالَ ؛ لَا أَجِدُ، قَالَ : «أَعْطِهَا؛ وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيدٍ»، فَاعْتَلَّ لَهُ، فَقَالَ : «مَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ؟»، قَالَ : كَذَا وَكَذَا، قَالَ : «فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ.»

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ اس نے اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کر دیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : مجھے (مزید) عورتوں میں کوئی رغبت نہیں۔ایک صحابی نے عرض کیا : اس

عورت سے میری شادی کر دیجیے۔آپ ﷺ نے فرمایا: اسے (حق مہر میں) کوئی کپڑا دے دیجیے۔اس نے عرض کیا: میرے پاس کپڑا نہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: اسے کوئی چیز ضرور دیجیے،خواہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔اس نے پھر معذرت کر لی تو آپ ﷺ نے فرمایا: آپ کو قرآن کتنا یاد ہے؟اس نے عرض کیا: فلاں فلاں سورت۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے آپ کے ساتھ اس عورت کی شادی اس قرآن کے عوض کر دی ہے جو تمہیں یاد ہے۔''

(صحیح البخاري، کتاب فضائل القرآن، باب خیرکم من تعلّم القرآن وعلّمه، رقم الحدیث : 5029؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب الصداق وجواز کونه تعلیم قرآن ---، رقم الحدیث : 1425)

فقہاے امت کی رائے :

① امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث سے کیا ثابت کرنا چاہتے تھے،اس کے بارے میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

وَهٰذَا الْحَدِيثُ مُتَّفَقٌ عَلٰى إِخْرَاجِهِ مِنْ طُرُقٍ عَدِيدَةٍ، وَالْغَرَضُ مِنْهُ أَنَّ الَّذِي قَصَدَهُ الْبُخَارِيُّ أَنَّ هٰذَا الرَّجُلَ تَعَلَّمَ الَّذِي تَعَلَّمَهُ مِنَ الْقُرْآنِ، وَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُعَلِّمَهُ تِلْكَ الْمَرْأَةَ، وَيَكُونَ ذٰلِكَ صَدَاقًا لَّهَا عَلٰى ذٰلِكَ، وَهٰذَا فِيهِ نِزَاعٌ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ، وَهَلْ يَجُوزُ أَنْ يُّجْعَلَ مِثْلُ هٰذَا صَدَاقًا؟ أَوْ هَلْ يَجُوزُ أَخْذُ الْأُجْرَةِ عَلٰى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ؟ وَهَلْ هٰذَا كَانَ خَاصًّا بِذٰلِكَ الرَّجُلِ؟ وَمَا مَعْنٰى قَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : «زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ»؟ أَبِسَبَبِ مَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ؟ كَمَا قَالَهٗ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ : نُكْرِمُكَ بِذٰلِكَ أَوْ بِعِوَضِ مَا مَعَكَ، وَهٰذَا أَقْوٰى، لِقَوْلِهٖ فِي صَحِيحِ

مُسْلِمٍ : «فَعَلِّمْهَا»، وَهٰذَا هُوَ الَّذِي أَرَادَهُ الْبُخَارِيُّ هَاهُنَا .

''یہ حدیث کئی سندوں سے صحیح بخاری و مسلم میں موجود ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ تھا کہ اس صحابی نے قرآنِ کریم کی کچھ سورتیں سیکھی ہوئی تھیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ سورتیں اس عورت کو سکھانے کا حکم فرمایا۔یہی سورتیں اس نکاح میں ان کا مہر بن گئیں۔اس بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف ہے کہ کیا اس جیسی چیز کو حق مہر بنایا جا سکتا ہے؟یا قرآنِ کریم کی تعلیم پر اُجرت لی جا سکتی ہے؟کیا یہ معاملہ اسی صحابی کے ساتھ خاص تھا؟نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے کہ میں نے یاد کیے ہوئے قرآن کی وجہ سے اس عورت سے آپ کا نکاح کر دیا ہے؟کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس قرآن کے سبب سے یہ نکاح ہوا؟ جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اس قرآن کی وجہ سے آپ کو تکریم دیتے ہیں۔یا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اس قرآن کے عوض؟یہی عوض والا معنیٰ زیادہ قوی ہے،کیوں کہ صحیح مسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اپنی بیوی کو یہ سورتیں سکھاؤ(اگر تکریم والا معاملہ ہو تو سکھانے کے حکم کا کوئی معنیٰ نہیں رہتا۔اس حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بطورِ حق مہر تھا)۔یہاں امام بخاری رحمہ اللہ کی یہی مراد ہے۔''(تفسير القرآن العظيم :68/1، دار طيبة للنشر والتوزيع، 1999ء)

② امامِ مدینہ،مالک بن انس رحمہ اللہ (93-179ھ) کے بارے میں ہے :

فِي الَّذِي أَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّنْكِحَ بِمَا مَعَهٗ مِنَ الْقُرْآنِ؛ أَنَّ ذٰلِكَ فِي أُجْرَتِهٖ عَلٰى تَعْلِيمِهَا مَا مَعَهٗ .

''اس صحابی کے بارے میں،جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد قرآن کے عوض نکاح کا حکم فرمایا تھا،امام موصوف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ قرآن سکھانا (حق مہر کے لیے)بطورِ اُجرت تھا۔''(التمهيد لما في الموطّأ من المعاني والأسانيد لابن عبد البرّ :120/21، وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامية، المغرب، 1387هـ، وسندهٗ حسنٌ)

③ امام شافعی رحمہ اللہ (150-204ھ) کے بارے میں امام بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَاحْتَجَّ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي جَوَازِ أَخْذِ الْأُجْرَةِ عَلٰى تَعْلِيمِ الْخَيْرِ بِحَدِيثِ التَّزْوِيجِ عَلٰى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ .

''امام شافعی رحمہ اللہ نے دینی تعلیم پر اُجرت لینے کے جواز پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے، جس میں قرآنِ کریم کی تعلیم پر شادی کرنے کا ذکر ہے۔''

(مختصر خلافيات للبيهقي لأبي العبّاس الشافعيّ : 172/4، مكتبة الرشد، الرياض، 1997ء)

④ خود امام، ابوبکر، احمد بن حسین، بیہقی رحمہ اللہ (384-458ھ) فرماتے ہیں:

وَحَدِيثُ الْمُزَوَّجَةِ عَلٰى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ؛ دَلِيلٌ فِيهِ .

''قرآنِ کریم کی تعلیم کے عوض نکاح والی حدیث دینی اُمور پر اُجرت کے جواز کی دلیل ہے۔''(السنن الكبرٰى : 205/6، دار الكتب العلميّة، بيروت، 2003ء)

(و) اذان کی اُجرت کا جواز:

❀ صحابیٔ رسول، سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

خَرَجْتُ فِي نَفَرٍ، فَكُنَّا بِبَعْضِ طَرِيقِ حُنَيْنٍ؛ مَقْفَلَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُنَيْنٍ، فَلَقِيَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ، فَأَذَّنَ مُؤَذِّنُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّلَاةِ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَمِعْنَا صَوْتَ الْمُؤَذِّنِ وَنَحْنُ عَنْهُ مُتَنَكِّبُونَ، فَظَلِلْنَا نَحْكِيهِ وَنَهْزَأُ بِهٖ، فَسَمِعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّوْتَ، فَأَرْسَلَ إِلَيْنَا حَتّٰى وَقَفْنَا بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «أَيُّكُمُ الَّذِي سَمِعْتُ صَوْتَهٗ قَدِ ارْتَفَعَ؟»، فَأَشَارَ الْقَوْمُ إِلَيَّ

وَصَدَقُوا، فَأَرْسَلَهُمْ كُلَّهُمْ وَحَبَسَنِي، فَقَالَ: «قُمْ، فَأَذِّنْ بِالصَّلَاةِ»، فَقُمْتُ، فَأَلْقَى عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّأْذِينَ هُوَ بِنَفْسِهِ، ـــ، ثُمَّ دَعَانِي حِينَ قَضَيْتُ التَّأْذِينَ، فَأَعْطَانِي صُرَّةً فِيهَا شَيْءٌ مِّنْ فِضَّةٍ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مُرْنِي بِالتَّأْذِينِ بِمَكَّةَ، فَقَالَ: «أَمَرْتُكَ بِهِ»، فَقَدِمْتُ عَلَى عَتَّابِ بْنِ أَسِيدٍ؛ عَامِلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ، فَأَذَّنْتُ مَعَهُ بِالصَّلَاةِ عَنْ أَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''میں ایک قافلے کے ساتھ سفر پر نکلا۔ہم حُنَین کے ایک راستے پر تھے،جہاں سے رسول اللہ ﷺ حُنَین سے واپسی پر گزر رہے تھے۔اسی راستے میں رسولِ اکرم ﷺ ہم سے ملے۔آپ کے مؤذن نے ادھر نماز کے لیے اذان کہی۔ہم نے مؤذن کی آواز سنی تو اِس سے مُتَنَفِّر تھے۔ہم مذاق میں اس کو دوہرانے لگے۔رسول اللہ ﷺ نے یہ آواز سنی تو ہمیں بلا بھیجا،یہاں تک کہ ہم آپ ﷺ کے سامنے کھڑے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کس کی آواز میں نے سب سے بلند سنی ہے؟ لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا اور انہوں نے سچ ہی کہا تھا۔آپ ﷺ نے سب کو واپس بھیج دیا،لیکن مجھے روک لیا اور فرمایا: اُٹھ کر نماز کے لیے اذان کہیے۔ میں کھڑا ہوا تو آپ ﷺ نے خود مجھے اذان کے کلمات پڑھائے۔ جب میں اذان مکمل کر چکا تو آپ ﷺ نے مجھے بلا کر ایک گٹھڑی عنایت فرمائی،جس میں کچھ چاندی تھی۔میں نے عرض کیا : اللہ کے رسول!حکم فرمایئے کہ میں مکہ میں اذان کہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے آپ کے بارے میں حکم کر دیا ہے۔میں مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے گورنر سیدنا عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور رسول اللہ ﷺ کے حکم مبارک سے اُن کے ساتھ نماز کی اذان کہی۔''

(مسند الإمام أحمد : 98/24، مؤسّسة الرسالة، بيروت، 2001ء؛ سنن النسائي، كتاب الأذان، باب كيف الأذان، رقم الحديث : 632، واللّفظ لهٗ؛ سنن ابن ماجه، كتاب الأذان والسنّة فيه، رقم الحديث : 708؛ وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (379) اور امام ابن حبان (1680) رحمہما اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

اس حدیث میں اذان کہنے پر رسول اللہ ﷺ کی جانب سے چاندی دینے کا ذکر ہے۔

❀ امام، ابو بکر، احمد بن حسین، بیہقی رحمہ اللہ (458-384ھ) نے اس حدیث کو مؤذن کی اُجرت کے جواز کی دلیل بنایا ہے۔

(السنن الكبرٰى : 631/1، دار الكتب العلميّة، بيروت، 2003ء)

شاید کوئی اس استدلال سے اختلاف کرے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عنایت کی گئی چاندی کو تالیفِ قلب قرار دے، لیکن مذکورہ صریح دلائل کی روشنی میں اذان کی اُجرت کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔

یاد رہے کہ بغیر اُجرت مؤذن مقرر کرنے والی جس حدیث سے بعض لوگوں نے دینی اُمور پر اُجرت کے ناجائز و حرام ہونے کا استدلال کیا ہے، اسلافِ امت و فقہائے اسلام نے اسے بھی کراہت پر محمول کیا ہے، حرمت پر نہیں، کیوں کہ اس میں حرمت والا کوئی اشارہ بھی نہیں۔

وہ حدیث اور اس کے حوالے سے اسلافِ امت کا فہم ملاحظہ فرمائیں :

❀ سیدنا عثمان بن ابو عاص ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اجْعَلْنِي إِمَامَ قَوْمِي، قَالَ : «أَنْتَ إِمَامُهُمْ، وَاقْتَدِ بِأَضْعَفِهِمْ، وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَّا يَأْخُذُ عَلٰى أَذَانِهٖ أَجْرًا».

''میں نے عرض کیا : اللہ کے رسول! مجھے میری قوم کا امام بنا دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا : آپ اُن کے امام ہیں۔ ان کے کمزوروں کا خیال رکھیے اور ایسا مؤذّن مقرر کیجیے جو اپنی اذان پر اُجرت نہ لے۔''

(مسند الإمام أحمد : 200/26، 235/29، مؤسّسة الرسالة، بيروت، 2001ء؛ سنن أبي

داوٗد، کتاب الصلاۃ، باب أخذ الأجر علی التأذین، رقم الحدیث: 531؛ سنن النسائي، کتاب الأذان، باب اتّخاذ المؤذن الذي لا یأخذ علٰی أذانه أجرا، رقم الحدیث: 672؛ وسندہٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ (209) نے ''حسن''، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (423) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (715، 722) نے ''امام مسلم کی شرط پر صحیح'' قرار دیا ہے۔

حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''جید'' کہا ہے۔

(تنقیح التحقیق في أحادیث التعلیق: 183/4، أضواء السلف، الریاض، 2007ء)

اس حدیث سے اذان اور دیگر دینی اُمور پر اُجرت کی حرمت قطعاً ثابت نہیں ہوتی۔ رسولِ اکرم ﷺ کا یہ فرمانا کہ ایسا مؤذّن مقرر کیجیے، جو اذان پر اُجرت نہ لے، واضح طور پر یہ بتاتا ہے کہ اذان پر اُجرت لینے والے لوگ اس دور میں موجود تھے، لیکن آپ ﷺ نے اُن کو کوئی وعید نہیں سنائی۔ اگر اذان پر اُجرت ناجائز و حرام ہوتی تو آپ ﷺ اس حوالے سے صریح ہدایت فرماتے، کیوں کہ حرام کی قباحت وشناعت اتنی ہے کہ اس حوالے سے مبہم بات نہیں کی جا سکتی۔

یوں اس حدیث سے اذان کی اُجرت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ یہ ہماری اپنی بنائی ہوئی بات نہیں، بل کہ اسلافِ اُمت اس حدیث سے یہی استدلال کرتے تھے، جیسا کہ؛

❁ علامہ، ابوجعفر، احمد بن محمد بن سلامہ، طحاوی رحمہ اللہ (238-321ھ) لکھتے ہیں:

فَقَالَ قَائِلٌ: فِي هٰذَا الْحَدِيثِ مَا يَدُلُّ عَلٰی جَوَازِ أَخْذِ الْأَجْرِ عَلَی الْأَذَانِ.

''ایک کہنے والے نے کہا: اس حدیث کے الفاظ اذان پر اُجرت لینے کے جواز پر دلیل ہیں۔'' (شرح مشکل الآثار: 263/15، مؤسّسۃ الرسالۃ، بیروت، 1994ء)

پھر موصوف نے فقہ حنفی کا دفاع کرتے ہوئے اس کے جواب میں دُور کی کوڑی لانے کی کوشش بھی کی ہے۔ بہر حال یہ تو ثابت ہو گیا ہے کہ اسلاف اسی حدیث سے اذان کی اُجرت کے جواز پر استدلال کرتے رہے ہیں۔

اکثر اہل علم نے اس حدیث کو کراہت پر محمول کیا ہے اور اُجرت نہ لینے کو بہتر قرار دیا ہے، لینے کو حرام نہیں کہا، جیسا کہ؛

❁ محدثِ شہیر، امام، ابوعیسیٰ، محمد بن عیسیٰ، ترمذی رحمہ اللہ (209-279ھ) اس حدیث

کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ؛ كَرِهُوا أَنْ يَّأْخُذَ الْمُؤَذِّنُ عَلَى الْأَذَانِ أَجْرًا، وَاسْتَحَبُّوا لِلْمُؤَذِّنِ أَنْ يَّحْتَسِبَ فِي أَذَانِهٖ .

''اس حدیث پر اہل علم کے ہاں عمل کیا جاتا ہے۔اہل علم یہ ناپسند کرتے ہیں کہ مؤذّن اذان پر اُجرت لے۔وہ مؤذّن کے لیے یہ مستحب سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی اذان میں صرف نیکی کا ارادہ رکھے۔''

(سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب ما جاء في كراهية أن يّأخذ المؤذّن على الأذان أجرا)

❀ حافظ،ابومحمد،حسین بن مسعود،بغوی رحمہ اللہ (م:516ھ)فرماتے ہیں :

وَالِاخْتِيَارُ عِنْدَ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ يَّحْتَسِبَ بِالْأَذَانِ، وَكَرِهُوا أَنْ يَّأْخُذَ عَلَيْهِ أَجْرًا .

''اکثر اہل علم کے نزدیک بہتر یہی ہے کہ مؤذن،اذان سے صرف نیکی کا ارادہ رکھے۔وہ اذان پر اُجرت لینا ناپسند کرتے ہیں۔''

(شرح السنّة : 280/2، المكتب الإسلامي، بيروت، 1983ء)

❀ علامہ،عبد اللہ بن احمد،ابن قدامہ،مقدسی رحمہ اللہ (620-541ھ)اذان پر اُجرت کے ناپسندیدہ ہونے کے حوالے سے بعض اہل علم کے اقوال ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

لِأَنَّهٗ عَمَلٌ مَّعْلُومٌ، يَجُوزُ أَخْذُ الرِّزْقِ عَلَيْهِ، فَجَازَ أَخْذُ الْأُجْرَةِ عَلَيْهِ، كَسَائِرِ الْأَعْمَالِ، وَلَا نَعْلَمُ خِلَافًا فِي جَوَازِ أَخْذِ الرِّزْقِ عَلَيْهِ .

''چونکہ یہ معلوم عمل ہے،لہٰذا اس پر اُجرت لینا جائز ہے،جیسے دیگر تمام اعمال پر اُجرت جائز ہے۔ہم نہیں جانتے کہ اذان پر اُجرت کے جائز ہونے میں کسی نے کوئی اختلاف کیا ہو۔''(المغني : 301/1، مكتبة القاهرة، 1968ء)

❀ علامہ ابو بکر،محمد بن عبد اللہ،ابن العربی رحمہ اللہ (543-468ھ) سے نقل کرتے ہوئے علامہ محمد عبد الرحمن محدث،مبارکپوری رحمہ اللہ (م:1353ھ) لکھتے ہیں :

اَلصَّحِيحُ جَوَازُ أَخذِ الْأُجْرَةِ عَلَى الْأَذَانِ، وَالصَّلَاةِ، وَالْقَضَاءِ، وَجَمِيعِ الْأَعْمَالِ الدِّينِيَّةِ .

''اذان،نماز،قضا سمیت دینی اُمور پر اُجرت کا جائز ہونا ہی صحیح (راجح) ہے۔''

(تحفة الأحوذي : 528/1، دار الكتب العلميّة، بيروت)

❁ معروف شارحِ حدیث،علامہ،حسین بن محمد،طیبی رحمہ اللہ (م:743ھ) فرماتے ہیں :

قِيلَ : تَمَسَّكَ بِهٖ مَنْ مَّنَعَ الِاسْتِئْجَارَ عَلَى الْأَذَانِ، وَلَا دَلِيلَ فِيهِ، لِجَوَازِ أَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهٗ بِذٰلِكَ أَخْذًا بِالْأَفْضَلِ .

''ایک قول کے مطابق اس حدیث سے ان لوگوں نے دلیل لی ہے،جو اذان پر اُجرت کو ممنوع قرار دیتے ہیں،لیکن اس میں ایسی کوئی دلیل نہیں،کیوں کہ عین ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم صرف افضلیت کو اختیار کرتے ہوئے دیا ہو۔''

(شرح الطيبي على مشكاة المصابيح، المعروف بـ الكاشف عن حقائق السنن : 918/3، مكتبة نزار مصطفى الباز، الرياض، 1997ء)

❁ نیز فرماتے ہیں :

وَأَنْ يُّسْتَحَبُّ لِلْإِمَامِ التَّخْفِيفُ فِي الصَّلَاةِ، وَاسْتِحْبَابُ الْأَذَانِ بِغَيْرِ أُجْرَةٍ .

''امام کے لیے نماز میں تخفیف کرنا مستحب ہے،نیز اذان کو بغیر اُجرت کے کہنا بھی مستحب ہے۔''(أيضًا)

❁ علامہ،محمد بن اسماعیل،امیر صنعانی رحمہ اللہ (1182-1099ھ) لکھتے ہیں :

وَلَا يَخْفٰى أَنَّهٗ لَا يَدُلُّ عَلَى التَّحْرِيمِ .

''بہت واضح ہے کہ اس حدیث سے اذان کی اُجرت کا حرام ہونا ثابت نہیں ہوتا۔''

(سبل السلام في شرح بلوغ المرام : 117/2، دار الحديث)

❁ علامہ،ابوالحسن،عبیداللہ بن محمد،مبارک پوری رحمہ اللہ (1414-1327ھ) فرماتے ہیں :

وَاسْتَدَلَّ بَعْضُهُمْ عَلَى التَّحْرِيمِ بِهٰذَا الْحَدِيثِ، وَلَا يَخْفٰى أَنَّهٗ لَا

يَدُلُّ عَلَى التَّحْرِيمِ .
”بعض لوگوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اذان کی اُجرت حرام ہے، لیکن یہ بات مخفی نہیں کہ یہ حدیث اذان کی اُجرت کے حرام ہونے پر دلالت نہیں کرتی۔“
(مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح : 375/2 ، الجامعة السلفيّة، بنارس، 1984ء)
یعنی اکثر علماے امت کا اس حدیث کو حرمت کی بجائے کراہت پر محمول کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اذان پر لی جانے والی اُجرت حرام نہیں، بلکہ اس میں زیادہ سے زیادہ کراہت ہے اور محض کراہت جواز ہی کی دلیل ہوتی ہے، جیسا کہ:

❀ سینگی لگانے کی اُجرت کے بارے میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
«وَكَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيثٌ.»
”سینگی لگانے والے شخص کی کمائی خبیث (مکروہ) ہے۔“
(صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب تحريم ثمن الكلب، رقم الحديث : 1568)

❀ لیکن خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سینگی کی اُجرت دینا بھی ثابت ہے۔
حُمید تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:
سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ كَسْبِ الْحَجَّامِ، فَقَالَ : احْتَجَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَجَمَهُ أَبُو طَيْبَةَ، فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ، وَكَلَّمَ أَهْلَهُ، فَوَضَعُوا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ، وَقَالَ : «إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ.»
”سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سینگی لگانے والے شخص کی کمائی کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگی لگوائی۔ آپ کو ایک غلام ابو طیبہ نے سینگی لگائی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دو صاع غلہ دینے کا حکم فرمایا، نیز اس کے مالکوں سے بات کی تو انہوں نے اس کے خراج (طلب کی

جانے والی کمائی) میں کمی کر دی۔آپ ﷺ نے اس موقع پر یہ بھی فرمایا کہ تم علاج کے جتنے بھی طریقے اختیار کرتے ہو،ان میں سب سے بہترین سینگی لگانا ہے۔“

(صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب حلّ أجرة الحجامة، رقم الحديث : 1577)

جب ایک اُجرت خبیث کہے جانے کے باوجود دوسرے دلائل کی بنا پر جائز ہوسکتی ہے تو جسے خبیث بھی نہیں کہا گیا،وہ دوسرے دلائل سے کیوں جائز نہیں ہوتی ؟

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح سینگی لگانے کی اُجرت کے خبیث ہونے سے مراد ناجائز وحرام نہیں،بل کہ جائز مع الکراہت ہے،اسی طرح اذان کی اُجرت نہ لینے والے مؤذّن کی تقرری سے مراد بھی جائز مع الکراہت ہی ہے،بل کہ اس کی کراہت سینگی کی اُجرت سے کم بھی ہے،کیوں کہ اس پر کوئی حکم نہیں لگایا گیا۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ایک روایت :

یحییٰ بکا بیان کرتا ہے :

كُنْتُ آخِذًا بِيَدِ ابْنِ عُمَرَ، وَهُوَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ، فَلَقِيَهُ رَجُلٌ مِّنْ مُّؤَذِّنِي الْكَعْبَةِ، فَقَالَ : إِنِّي لَأُحِبُّكَ فِي اللّٰهِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : وَإِنِّي لَأُبْغِضُكَ فِي اللّٰهِ، إِنَّكَ تُحَسِّنُ صَوْتَكَ لِأَخْذِ الدَّرَاهِمِ .

”میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا۔آپ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ کعبہ کا ایک مؤذّن آپ کو ملا۔اس نے کہا : میں آپ سے اللہ کی خاطر محبت کرتا ہوں۔ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمانے لگے : میں تو اللہ کے لیے تم سے نفرت کرتا ہوں،کیوں کہ تم درہم لینے کی خاطر اپنی آواز کو خوب صورت بناتے ہو۔“

(الصلاة لأبي نعيم الفضل بن دُكَيْن، باب أخذ الأجرة على الأذان، ص : 162، مكتبة الغرباء الأثريّة، المدينة المنوّرة، 1996ء، الكتاب المصنّف في الأحاديث والآثار لابن أبي شيبة :207/1، مكتبة الرشد، الرياض، 1409ھ، واللفظ لهٗ)

یاد رہے کہ امام ابونعیم کی نقل کردہ روایت کے مطابق یحییٰ بکا نے بتایا ہے کہ وہ سعید بن

جبیر کا ہاتھ تھامے ہوئے طواف کر رہا تھا!

یحییٰ بن مسلم، بکا نامی راوی ''ضعیف'' ہے۔

(الكاشف للذهبي : 376/2، دار القبلة للثقافة الإسلاميّة، جدّة، 1992ء، تقريب التهذيب لابن حجر، ص : 597، دار الرشيد، سوريا، 1986ء)

(ھ) کتابتِ مصاحف اور ان کی خرید و فروخت :

دورِ قدیم میں مصاحف کی نقول تیار کرنے کے لیے کتابت کروائی جاتی تھی، موجودہ دَور میں ایک دفعہ کتابت اور پھر طباعت کروائی جاتی ہے۔اس میں بھی اُجرت دینی لینی پڑتی ہے، جب کہ نقول تیار ہونے کے بعد بھی خرید و فروخت کے مرحلے سے گزر کر ہی عوام الناس تک پہنچتی ہیں۔اس اُجرت کے جواز پر صحیح بخاری و صحیح مسلم کی مذکورہ احادیث سے دلیل لیتے ہوئے معروف فقیہ و محدث، حافظ، ابوسلیمان، حمد بن محمد، خطابی رحمہ اللہ (319-388ھ) فرماتے ہیں :

وَفِي الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ بَيْعِ الْمَصَاحِفِ وَأَخْذِ الْأُجْرَةِ عَلٰى كَتْبِهَا، وَفِيهِ إِبَاحَةُ الرُّقْيَةِ بِذِكْرِ اللّٰهِ فِي أَسْمَائِهِ، وَفِيهِ إِبَاحَةُ أَجْرِ الطَّبِيبِ وَالْمُعَالِجِ، وَذٰلِكَ أَنَّ الْقِرَائَةَ وَالرُّقْيَةَ وَالنَّفْثَ فِعْلٌ مِّنَ الْأَفْعَالِ الْمُبَاحَةِ، وَقَدْ أَبَاحَ لَهٗ أَخْذَ الْأُجْرَةِ عَلَيْهَا، فَكَذٰلِكَ مَا يَفْعَلُهُ الطَّبِيبُ مِنْ قَوْلٍ وَّوَصْفٍ وَّعِلَاجٍ؛ فِعْلٌ، لَا فَرْقَ بَيْنَهُمَا .

''اس (دَم پر بکریاں لینے والی) حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مصاحف کی خرید و فروخت اور ان کی کتابت پر اُجرت لینا جائز ہے۔اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بابرکت ناموں کو پڑھ کر دَم کرنا جائز ہے، نیز طبیب و معالج کی اُجرت کا بھی جواز ہے، کیوں کہ قراءت، دَم اور پھونک جائز ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کاموں پر اُجرت کو جائز قرار دیا ہے۔اسی طرح طبیب جو مشورے، (بیماری کی) تفصیلات اور علاج تجویز کرتے ہیں، وہ بھی فعل ہیں۔اِس فعل اور اُن افعال

میں کوئی فرق نہیں،جن پر رسولِ اکرم ﷺ نے اُجرت کو جائز قرار دیا۔“

(معالم السنن : 101/3، المطبعة العلميّة، حلب، 1932ء)

صحابہ و تابعین کی متفقہ رائے :

❁ امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں :

سَأَلْتُ مُعَاوِيَةَ عَنْ أَجْرِ الْمُعَلِّمِ، فَقَالَ : أَرٰى لَهٗ أَجْرًا، قَالَ شُعْبَةُ : وَسَأَلْتُ الْحَكَمَ، فَقَالَ : لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا يَّكْرَهُهٗ .

”میں نے معاویہ بن قرہ تابعی رحمہ اللہ سے معلّم کی اُجرت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: میں اس کے لیے اُجرت کو جائز سمجھتا ہوں۔میں (شعبہ) نے حکم بن عُتَیبہ تابعی سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا : میں نے کسی بھی (صحابی یا تابعی) فقیہ کو اسے ناپسندیدہ کہتے نہیں سنا۔“

(مسند علي بن الجعد، الرقم : 1103-1105، مؤسّسة نادر، بيروت، 1990، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ خالد حذا تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں :

سَأَلْتُ أَبَا قِلَابَةَ عَنِ الْمُعَلِّمِ يُعَلِّمُ، وَيَأْخُذُ أَجْرًا، فَلَمْ يَرَ بِهٖ بَأْسًا

”میں نے ابو قلابہ عبداللہ بن زید تابعی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ ایک معلم تعلیم دے کر اُجرت لیتا ہے،تو (یہ ناجائز ہے؟)،لیکن انہوں نے اس میں کوئی حرج خیال نہیں کیا۔“

(المصنّف في الأحاديث والآثار : 340/4، الرقم : 20831، مكتبة الرشد، الرياض، 1409ھ، وسندهٗ صحيحٌ)

بعض اہل علم نے اُجرت نہ لینے کو اختیار کیا،تو اسے حرام سمجھنے کی وجہ سے نہیں، بلکہ نہ لینے کو بہتر سمجھنے کی وجہ سے۔البتہ اسے حرام قرار دینے کا نظریہ صحابہ و تابعین میں سے کسی ایک نے بھی اختیار نہیں کیا۔

تمام اہل سنت کا نظریہ اور بعض احناف :

قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ اہل سنت اتفاقی طور پر دینی اُمور پر اُجرت کو جائز کہتے

فہرست

ہیں۔صرف متقدمین احناف اس کو ناجائز کہتے ہیں۔

❀ شارحِ صحیح بخاری،حافظ،ابو الفضل،احمد بن علی بن محمد،ابن حجر،عسقلانی رحمہ اللہ (773-852ھ) فرماتے ہیں :

وَقَدْ نَقَلَ عِيَاضٌ جَوَازَ الِاسْتِئْجَارِ لِتَعْلِيمِ الْقُرْآنِ عَنِ الْعُلَمَاءِ كَافَّةً؛ إِلَّا الْحَنَفِيَّةَ .

”قاضی عیاض رحمہ اللہ نے قرآنِ کریم کی تعلیم پر اُجرت کا جائز ہونا تمام علمائے کرام سے نقل کیا ہے،سوائے احناف کے۔“

(فتح الباري شرح صحيح البخاري : 213/9، دار المعرفة، بيروت، 1379ھ)

اور یہ متقدمین احناف بھی قرآنی دَم کی اُجرت لینا جائز سمجھتے ہیں،جیسا کہ؛

❀ علامہ،ابوجعفر،احمد بن محمد بن سلامہ،طحاوی رحمہ اللہ (238-321ھ) سے نقل کرتے ہوئے علامہ،عینی حنفی (762-855ھ) لکھتے ہیں :

وَقَالَ الطَّحَاوِيُّ : وَيَجُوزُ الْأَجْرُ عَلَى الرُّقٰى، وَإِنْ كَانَ يَدْخُلُ فِي بَعْضِهِ الْقُرْآنُ .

”امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : دَم کی اُجرت لینا جائز ہے،اگرچہ بعض دَم قرآنِ کریم پر مشتمل ہوتے ہیں۔“

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري : 96/12، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

احناف کي حديث رسول سے نا انصافي !

ستم ظریفی ملاحظہ فرمایئے کہ دینی اُمور پر اُجرت کے حوالے سے احناف نے صریح احادیث رسول اور اسلافِ امت کے فہم کی مخالفت تو کی ہی تھی،لیکن انہوں نے اپنے قیاس کی بنا ان نصوص سے بھی رُوگردانی کر لی،جو ان کے نزدیک دینی اُمور پر اُجرت کوحرام قرار دیتی ہیں۔پھر جرأت دیکھیے کہ مفتیٰ بہا قول بھی اِسی کوقرار دیا۔اُن کی ایک معتبر ترین کتاب سے یہ

حقیقت ملاحظہ فرمائیں:

وَبَعْضُ مَشَايِخِنَا اسْتَحْسَنُوا الِاسْتِئْجَارَ عَلٰى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ الْيَوْمَ، لِأَنَّهُ ظَهَرَ التَّوَانِي فِي الْأُمُورِ الدِّينِيَّةِ، فَفِي الِامْتِنَاعِ تَضْيِيعُ حِفْظِ الْقُرْآنِ، وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى.

''موجودہ دَور میں ہمارے بعض مشایخ نے قرآنِ کریم کی تعلیم پر اُجرت طلب کرنے کو مستحسن خیال کیا ہے، کیوں کہ دینی اُمور میں سستی ظاہر ہونا شروع ہو گئی ہے اور اُجرت کو ممنوع قرار دینے میں حفظِ قرآن کے ضائع ہونے کا خدشہ ہے۔ اسی پر احناف کا فتویٰ ہے۔''

(الهداية في شرح بداية المبتدي للمرغيناني: 238/3، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

سوال یہ ہے کہ جب شریعت کی نصوص دینی اُمور پر اُجرت کو حرام قرار دیتی ہیں تو متأخرین احناف کو اسے اپنے قیاس سے حلال قرار دینے کا اختیار کس نے دیا؟ اور اگر دینی اُمور پر اُجرت شرعی نصوص کی روشنی میں جائز و حلال ہے تو متقدمین احناف کو اسے حرام کرنے کا مجاز کس نے بنایا؟

اگر متأخرین احناف نے امام ابوحنیفہ اور دیگر متقدمین احناف کی مخالفت میں دینی اُمور پر اُجرت کو حلال قرار دینا ہی تھا تو کاش وہ ان صحیح و صریح احادیث کو دلیل بناتے ہوئے ایسا کرتے، جن کی روشنی میں اسلافِ امت اور محدثین و فقہاے ملت نے دینی اُمور پر اُجرت کے جواز کا استدلال کیا تھا۔ مگر صد افسوس کہ انہوں نے اِن احادیث کی بھی مخالفت کی اور اُن کی بھی، جن سے اُن کے نزدیک دینی اُمور پر اُجرت ناجائز قرار پاتی تھی۔ یہ سب کچھ کیا کس برتے پر؟ صرف اور صرف قیاس کی بنا پر! یَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ *

مذکورہ بحث سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ اب امتِ مسلمہ کا کوئی بھی مکتبہ فکر دینی اُمور پر اُجرت کو حرام قرار نہیں دیتا، یعنی پوری اُمت کا اس کے جواز پر اجماع ہے۔ اب صرف ائمہ دین کو ''دین فروش، دوکان دار اور شکم پرور'' قرار دینے والے تکفیری حضرات ہی اسے حرام کہتے

ہیں۔ایسے لوگوں کی ہفوات کا کوئی اعتبار نہیں۔

تکفیریوں کا دوغلا پن :

ذرا دوغلا پن تو ملاحظہ فرمائیں کہ تکفیری لوگ دینی اُمور پر اُجرت لینے کو جائز نہیں سمجھتے، لیکن اکثر مواقع پر اُجرت دینے کو شاید واجب سمجھتے ہیں؟ کیوں کہ وہ اُجرت لینے پر تو دین داری،دوکان داری،شکم پروری وغیرہ کے طعنے دیتے ہیں،لیکن دینے کے حوالے سے کبھی بات نہیں کرتے،حالاں کہ اگر اذان پر اُجرت نہ لینے والے مؤذن کی تقرری والی حدیث اُن کی دلیل ہوتو پھر انہیں اُجرت دینے کو بھی کم از کم حرام ہی قرار دینا چاہیے۔

وہ خود دینی اُمور پر اُجرت دینے کے قائل و فاعل ہیں۔کیا وہ مصاحف خرید کر نہیں لاتے؟اگر وہ کہیں کہ کسی نے مسجد کے لیے مصاحف وقف کیے ہیں تو بھی وہ خرید کر ہی لاتا ہے۔نیز ان کی کتابت و طباعت کے تمام مراحل پر اُجرت ادا کی گئی ہوتی ہے۔وہ اپنے نزدیک اس حرام کاروبار میں تعاون کیوں کرتے ہیں؟

مسجد کی تعمیر کو ہی دیکھ لیجیے کہ اینٹ،ریت،بجری،سریا وغیرہ سمیت عمارت کے لیے جو بھی لوازمات ہوتے ہیں،وہ سب کے سب اُجرت کے بغیر نہ بن سکتے ہیں،نہ کسی جگہ پہنچ سکتے ہیں۔یہ لوگ اِس ’’دوکان داری‘‘ اور ’’دین فروشی‘‘ میں کیوں شریک ہوتے ہیں؟

ذرا وہ اس بات پر بھی غور کریں کہ کیا اُن کے بچے سکولوں میں تعلیم حاصل نہیں کرتے؟ سکولوں میں جہاں دیگر مضامین کی تعلیم دی جاتی ہے،وہیں اکثر ناظرۂ قرآن،ترجمہ قرآن اور ہر سکول میں اسلامیات کی تعلیم بھی ہوتی ہے۔مساجد میں امام صاحبان کی اُجرت انہیں بہت تکلیف دیتی ہے اور وہ اس کے خلاف بہت آواز اُٹھاتے ہیں،لیکن کبھی انہوں نے سکولوں میں دینی تعلیم پر اُجرت کے خلاف احتجاجاً اپنے بچوں کو گھر بٹھا لیا ہو؟

اور تو اور دینی اُمور پر اُجرت کو حرام قرار دینے پر مبنی ان کا اپنا تحریری مواد ایک ’’دینی امر‘‘ پر اُجرت دے کر ہی کتابت و طباعت کے مراحل سے گزرتا ہے۔کیا کبھی اُنہیں ’’دین فروشی‘‘ کا حصہ بننے پر ذرا بھی شرمندگی ہوئی؟